گذشتہ سے پیوستہ :

تاریخِ طبری کے مآخذ

(۱۵)

نوشتہ : ڈاکٹر جواد علی، عراق اکادمی، بغداد
ترجمہ : نثار احمد فاروقی، دہلی کالج، دہلی ۶

المسعودی کا کہنا ہے کہ اس نے ۳۰۳ھ میں شہر اصطخر میں ایک ضخیم کتاب دیکھی تھی جو اہلِ فارس کے بہت سے علوم پر حاوی تھی اس میں ان کے بادشاہوں کے حالات، عمارتوں کی تاریخ، اُن کے قوانین سیاست وغیرہ تھے، جو اُس نے فارسی کی دوسری کتابوں میں مثلاً خدا ینامہ، آئین نامہ و کہنامہ وغیرہ میں بھی نہیں پائے۔ وہ کہتا ہے:

"اس میں فارس کے سترہ ساسانی بادشاہوں کی تصویریں تھیں پندرہ مردوں کی اور دو عورتوں کی۔ اُن میں سے ہر ایک کی تصویر اس کی وفات کے دن تیار کی گئی تھی خواہ وہ بوڑھا ہو کر مرا ہو یا جوان مرگیا ہو۔ اس کا حلیہ، تاج، داڑھی، چہرہ مہرہ اور خط وخال سب بنائے گئے تھے ان بادشاہوں نے چار سو تینتیس (۴۳۳) سال ایک ماہ اور سات دن تک فرماں روائی کی۔ ان میں سے جب کوئی بادشاہ مرتا تھا تو اس کا مجسمہ بنا کر خزانوں میں رکھ دیا جاتا تھا تاکہ زندہ بادشاہ کی نگاہوں سے اپنے پیش رو کی خوبیاں پوشیدہ نہ رہیں۔ ہر بادشاہ کی تصویر جنگ میں بحالت قیام یا عدالت میں جلوس کی شکل میں بنی ہوئی تھی۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی سیرت خواص اور عوام کے ساتھ، اور بڑے واقعات ومہمات جو اس کے عہد حکومت میں پیش آئے ہوں، بیان کیے گئے تھے۔

یہ کتاب ملوک فارس کے خزانے سے دستیاب ہوئی تھی اور نصف جمادی الآخرہ ۱۱۳ھ میں لکھی گئی تھی اور اسے ہشام بن عبدالملک بن مروان کے لیے فارسی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا گیا تھا" المسعودی نے اس کتاب کے ناقل کا نام درج نہیں کیا ہے[۱]۔

آیین نامہ | ابن المقفع نے تاریخ فارس کی ایک اور کتاب بھی عربی میں منتقل کی تھی جس کا نام آیین نامہ ہے[۲] یہ پہلوی زبان میں آیین نامک کہلاتی تھی[۳]۔ اس کا اصلی متن گم ہوچکا ہے اور عربی ترجمہ بھی نہیں ملا، صرف بعض کتابوں میں اس کی عبارتیں محفوظ رہ گئی ہیں، ان میں ایک، ابن قتیبہ الدینوری (متوفی ۲۷۰ھ یا ۲۷۶ھ[۴]) کی کتاب عیون الاخبار بھی ہے، جس میں اس نے اس کتاب کی طرف اشارہ کیا ہے[۵]۔

المسعودی بھی اس کتاب سے واقف ہے اور اسے آیین ناماہ کہتا ہے[۶] جیساکہ الثعالبی نے اس سے نقل کیا ہے[۷]۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب، رسوم ورواج سے متعلق تھی یعنی ساسانیوں کی رسمیں، عادتیں، ان کا سماج اور مجلسیں اور تہوار وغیرہ۔ ابن ندیم نے اس کا نام "کتاب آیین نامہ فی الاصر" لکھا ہے[۸]، یہ کہنا مشکل ہے کہ اس کتاب کے نسخے کب غائب ہوئے۔ المسعودی نے لکھا

---

[۱] التنبیہ والاشراف (طبع الصاوی) /۹۳ [۲] کتاب آیین نامہ" الفہرست/۱۷۲، "الآیین" عیون الاخبار جلد اول/۲۸ [۳] بروکلمان ضمیمہ/۲۳۵ [۴] الفہرست/۷۷، طبع یورپ السمعانی: الانساب ورق ۴۴۳-الف۔ یاقوت: الارشاد ۱/۱۶۰ وما بعد، تاریخ بغداد ۱۰/۱۷۰۔ بروکلمان: ضمیمہ ۱۸۵/۱۸۴

[۵] عیون الاخبار ۱/۲۸، ۶۲-۳/۲۲۱، ۲۷۸، ۴/۵۹

[۶] التنبیہ والاشراف /۹۲، ۱۴۹ (طبع Carra de Vaux) [۷] الغرر /۱۴۱

[۸] بروکلمان ضمیمہ/۲۳۵ RICHTER: *Studien* S. 50-51

ZDMG 64 S. 126-128

[۹] الفہرست /۱۷۲

ہے کہ "فارسیوں کی ایک کتاب کہنامہ ہے جس میں مملکت فارس کے عقائد و رسوم ہیں اور یہ اس کی ترتیب کے مطابق چھ سو ہوتے ہیں۔ یہ کتاب آیین نامہ کا ایک حصہ ہے اور آیین نامہ کی تفسیر کتاب الرسوم ہے یہ ہزاروں صفحات میں ہے اور کہیں بھی مکمل نہیں ملتی صرف بڑے بڑے موبذوں کے پاس اس کے مکمل نسخے دستیاب ہو سکتے ہیں[۱]"۔ المسعودی کے اس قول کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کہناما یا کہنامک Gahnamagh اسی کتاب آیین کا ایک جزء ہے[۲]۔

کتاب التاج | کتاب التاج بھی ان کتابوں میں سے ایک ہے جو ابن المقفع نے پہلوی زبان سے عربی میں منتقل کی تھیں۔ ابن ندیم نے اس کا نام کتاب التاج فی سیرۃ انوشروان[۳] لکھا ہے۔ لیکن شاید یہ اس کا گمان ہی ہے اور یہ کتاب محض انوشروان کی سیرت سے متعلق نہیں تھی بلکہ اس میں دوسرے بادشاہوں کے حالات بھی شامل تھے۔ اس سے ابن قتیبہ نے اخذ کیا ہے[۴]۔ غالباً الطبری نے اس سے وہ مقامات نقل کیے ہیں جو شاپور سوم، بہرام چہارم، خسرو اول[۵] اور خسرو ثانی سے متعلق ہیں جو خسرو پرویز[۶] کہلاتا ہے اپنے بیٹے شیرویہ کے نام اس کی وصیت بھی ماخوذ ہے[۷]۔ مشاہیر اہل قلم کی ایک جماعت کو اس کتاب نے متاثر کیا ہے مثلاً الجاحظ کی کتاب التاج پر اس کا اثر ہے[۸] یہ مصر میں احمد زکی پاشا کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے[۹] اور بعض محققوں کا خیال ہے کہ یہ ان کتابوں میں سے ہے جو

۱۔ التنبیہ والاشراف/۹۴   ۲۔ ARTHUR CHRISTENSEN: L'IRAN SOUR LES SASSANIDES P75

۳۔ الفہرست/۱۷۲   ۴۔ بروکلمان ضمیمہ/۲۳۵، نولدیکی/۳۶۱، ۳۸۲

۵۔ عیون الاخبار میں اس کا نام بارہ جگہ آیا ہے۔ ۶۔ ARTHUR CHRISTENSEN, P.58

۷۔ الطبری ۲/۱۳۷   ۸۔ الطبری ۲/۱۵۹

۹۔ BROCKELMANN, Suppl. I. S. 235

INOSTRANNYEV: Iranian Influence p. 72

F. GABRIELI: Riv. degli. Studi. Orientali XI p 292

ابن المقفع کی طرف منسوب کردی گئی ہیں[1]۔

کتاب مزدک | ابن المقفع نے کتاب مزدک کا ترجمہ بھی کیا تھا۔ یہ ان کتب میں سے ہے جن پر قصص کا رنگ غالب ہے۔ چناں چہ اس میں وہ دیومالائی کہانیاں ہیں جو مزدک سے وضع کی گئی ہیں الطبری نے اس سے مزدک اور مزدکیہ کا بیان نقل کیا ہے[2]۔ یہ بیان ہم زیادہ تفصیل سے کتاب غرر اخبار ملوک الفرس وسیرہم" میں بھی پاتے ہیں۔ الطبری نے قباذ سے مزدک کے مکالمے بھی نقل کیے ہیں[3]۔ اس کے سوا بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الثعالبی نے اخبار مزدک میں جس مفصل کتاب کا ذکر کیا ہے اور اس کے حوالے دیئے ہیں وہ یہی ہے۔ اسے مزدک نامہ یا مزدک نامک کہا جاتا ہے۔ دوسرے مورخوں نے بھی اس سے اخذ کیا ہے[4]۔

موسیٰ بن عیسیٰ | بعض دوسرے فارسیوں نے بھی اپنی تاریخ عربی زبان میں منتقل کی تھی جن میں محمد بن الجہم برمکی، زادویہ بن شاہ ویہ الاصفہانی، محمد بن بہرام بن مہریار، ہشام بن القاسم الاصفہانی بہرام بن مردانشاہ، موسیٰ بن عیسیٰ الکسروی وغیرہ ہیں[5]۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ان میں سے بعض نے کتاب خدای نامہ کا ترجمہ بھی کیا تھا اور ان کے ترجمے معروف تھے جن سے بعض مورخوں نے نقل و اقتباس کیا ہے اور یہ ترجمے ایک دوسرے سے مختلف تھے اور ترجمہ ابن المقفع سے بھی الگ تھے۔ موسیٰ بن عیسیٰ الکسروی نے خدای نامہ کے متعدد نسخے جمع کر کے ان سے مدد لی تھی اس کے سوا تاریخ فارس سے واقفیت رکھنے والے لوگوں کی اعانت بھی اس نے حاصل کی جن میں حسن بن علی الہمدانی، العلاء بن احمد بھی ہیں اور اس طرح ملوک فارس کی تاریخ پر ایک کتاب لکھی[6]۔ ابن ندیم

---

[1] الحیوان ۱/۷ [2] الطبری ۲/۹۱ ومابعد۔ فہرست تاریخ الطبری (ذعمل دی غویہ) ۱۰/۸۸۵، ۸۸۶، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۶

[3] ص ۵۹۶ ومابعد [4] بروکلمان (ضمیمہ) ۲۳۵

[5] ایضاً ۲۳۷/ [6] حمزہ ۱۵/

نے موسیٰ بن عیسیٰ الکسروی کی دو کتابوں کا ذکر کیا ہے ایک کا نام وہ حب الاوطان بتاتا ہے اور دوسری کو "کتاب مناقضات من زعم أنه لاینبغی أن یقتدی القضاة فی مطاعمھم بالأئمة والخلفاء"[1] لکھتا ہے۔

اور بروکلمان کا خیال ہے کہ قصہ سندباد کا اغریقی ترجمہ ان کتابوں میں سے ہوسکتا ہے جو اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں[2]۔

میری رائے یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر کتابیں جو کتب سیر الملوک یا کتب سیر ملوک العجم کہلاتی ہیں اور جن کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ کتاب خدای نامہ کا ترجمہ ہیں، در اصل یہ جمع، تصنیف، تلخیص یا اضافات و اصلاحات کا عمل ہیں جو ان کے مولفوں نے کیا ہے مگر ترجمہ مشہور ہو گئے ہیں حالانکہ یہ ان لوگوں کی تالیف ہیں۔

ابن ندیم نے تاریخ و ادب کی ایسی بہت سی کتابوں کے نام لکھے ہیں جو فارسی سے عربی میں منتقل ہوئیں۔ اس نے ان کتابوں کے نام بھی لئے ہیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا اور ان کے سوا بھی کچھ ہیں مثلاً کتاب رستم و اسفندیار، کتاب شہریزاد مع ابرویز، کتاب الکارنامج فی سیرة انوشروان، کتاب بہرام و نرسی، کتاب بوداساف بوتاسف و بلوہر، وغیرہ[3]۔ غالباً ان میں سے کچھ کتابیں گھڑی ہوئی ہیں اور زمانہ اسلام میں لکھی گئیں۔

منظوم ترجمے | عربی شاعر ابان بن عبدالحمید بن لاحق بن عفیر الرقاشی نے ان میں سے بعض کتابوں کو نظم کا جامہ بھی پہنایا اور مزدوج شعروں میں منتقل کیا، چنانچہ کتاب کلیلہ و دمنہ، کتاب سیرة اردشیر، کتاب سیرة انوشروان، کتاب بلوہر و برد انیہ[4]، کتاب مزدک، کتاب سندباد (سندباذ)[5] وغیرہ ان

---

[1] الفہرست/۱۸۵ [2] بروکلمان (ضمیمہ)/۲۳۷۔ انسائیکلوپیڈیا جلد ۴/۳۳۵ [3] الفہرست/۴۲۴ و مابعد [4] الفہرست/۱۷۲ "کتاب بلوہر و بوداساف" بروکلمان (ضمیمہ) ۲۳۹ GOLDZIHER: Verh des VII Inter cong Wien 1888 [5] بروکلمان (ضمیمہ) ۲۳۹

میں شامل ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ان ترجموں کی اصلیں گم ہوچکی ہیں اور ترجموں کے کچھ نمونے الصولی (متوفی ۳۳۵ھ یا ۳۳۶ھ) کی کتاب الاوراق میں ملتے ہیں[لہ]۔ اس معاملے میں بہت سے شعراء نے اس کی نقل اتارنی چاہی اور فارسی کے جن شاعروں نے مثنوی کی شکل میں تاریخ ایران نظم کی ہے وہ بھی اسی کے راستے پر چلے ہیں ان میں مسعودی مروزی بھی ہے جس نے فارسی میں مثنوی لکھی۔ یہ وہی ہے جس کی طرف الثعالبی نے اپنی کتاب "اخبار ملوک الفرس وغیرہم" میں اشارہ کیا ہے[ٹہ]۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اور کتاب الکارنامج جس کا میں نے پہلے ذکر کیا اردشیر کی تاریخ ہے۔ اس کا نام کارنامک ارتخشتر بابکان" ہے نولدکی کا گمان ہے کہ یہ ساتویں صدی عیسوی کے لگ بھگ تصنیف ہوئی ہے[سہ]۔ کتاب خدای‌نامہ کی نسبت یہ تاریخ میں ثانوی حیثیت کی کتاب ہے۔ اس کی فارسی اصل موجود ہے، ترجمہ بھی ہوچکا ہے اور متعدد بار چھپا ہے[ہ]۔

ملوک فارس کا بیان کرتے ہوئے المسعودی نے ایک کتاب السکیکین کا نام بھی لیا ہے جسے ابن المقفع نے قدیم فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ اس کے بارے میں لکھا ہے: "اہل فارس اس کتاب کی بہت عزت کرتے ہیں کیوں کہ یہ ان کے اسلاف کی تاریخ اور بادشاہوں کی سیرت پر ہے[شہ]"

لہ J. H. DUNNE: 1-51, Ency I. S 541
KRIYMSKI: Aban Lahikij manicheist Poet
Moscow 1913 p 9-11, 47-49

ٹہ الغرر/ ۱۰، ۳۸۸　　سہ نواح مجیدہ من الثقافۃ الاسلامیہ/ ۱۳۴

سہ Karnamki Artachshatr-i-Papkan
Ency. vol II p. 180 Bombay 1896, 1899, 1900
ترجمہ وطبع نولدیکی شہر گوٹنگن ۱۸۶۸ء　　شہ المروج ۱/ ۱۹۱-۱۹۲

اس کتاب سے اس نے کیخسرو اور لہراسپ[1] کے حالات لیے ہیں۔ المسعودی نے تاریخِ ایران کی کچھ ایسی کتابوں کی طرف بھی اشارے کیے ہیں جن کو اس نے دیکھا تھا اور ان سے استفادہ کیا تھا، اہل فارس کے عبادت خانوں میں بھی وہ گیا تھا اس طرح اس نے کچھ ایسا نادر مواد پیش کر دیا ہے جو دوسرے مورخوں کی تصانیف میں نہیں ملتا۔

ان تاریخ نویسوں نے عربی مصادر سے بھی فائدہ اٹھایا ہے اور اسے تاریخ فارس سے منسوب کر دیا ہے مثلاً وہ اقوال جو ہرمز چہارم سے منسوب ہیں یقین ہے کہ عربی ماخذ سے لیے گئے ہیں[2]۔ اسی طرح کا معاملہ ان اشعار یا رسالوں کا ہے جو عربی میں عہدِ اسلامی کے اسلوب کے مطابق لکھے گئے اور تاریخِ فارس کے ذیل میں درج ہوئے ہیں۔

ابوعبیدہ | ابوعبیدہ معمر بن المثنیٰ (متوفی مابین ۲۰۸ھ و ۲۱۳ھ[3]) کی روایات اور تصانیف کا شمار بھی ان اہم ماخذ میں ہوتا ہے جن سے مورخوں نے فائدہ اٹھایا ہے اور اسلام سے پہلے کے ساسانیوں کے حالات یا عرب و ایران کے تعلقات کا مواد وہیں سے اخذ کیا ہے۔ الطبری نے اس سے عدی بن زید العبادی کے قتل کا واقعہ اور معرکۂ ذی قار کا احوال لیا ہے اس کے علاوہ بھی کچھ اخبار لیے ہیں جو عہدِ اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں۔ چناں چہ تاریخ الطبری میں اس کا نام ۵۷ سے

---

[1] المروج ۱/۱۹۲ [2] الدینوری : الاخبار الطوال/۷۷

Ency. Vol IV p181, Noldeke : Geschichte der Perser und Araber S. 326

[3] "ابوعبیدہ ۱۱۴ھ میں پیدا ہوا اور ۲۱۰ھ میں وفات پائی۔ ایک قول ۲۱۱ھ بتاتا ہے۔ ابوسعید کا بیان ۲۰۸ھ ہے اور کسی نے ۲۰۹ھ بھی لکھا ہے"۔ الفہرست/۷۹ ومابعد۔ تاریخ بغداد ۱۳/۲۵۲ ومابعد، الارشاد ۷/۱۶۴۔ الذہبی: طبقات الحفاظ جلد ۱/۳۳۸، الیافعی: مرآۃ ۲/۴۴ ومابعد۔ السیوطی: البغیہ/۳۹۵۔ ابن العماد: شذرات الذہب ۲/۲۴۔ بروکلمان/۱۰۳، ضمیمہ/۱۶۲

زیادہ مواقع پر ملتا ہے[۱]۔ السعودی نے ملوک الطوائف[۲] اور ملوک ساسان[۳] کے حالات کی روایت اسی سے کی ہے۔ اس کی تالیفات جن کے نام ابن الندیم نے لکھے ہیں اخبار، انساب اور لغت کے موضوعات پر تعداد میں سو سے زیادہ ہیں[۴]۔ ان میں سے کچھ کتابیں ہمیں دستیاب ہوتی ہیں[۵]۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ اس کی تصنیفات تعداد میں دو سو کے لگ بھگ تھیں[۶]۔

الطبری نے اس راوی کا نام نہیں لیا جس نے معرکۂ ذی قار اور قتل عدی بن زید کی روایت ابوعبیدہ سے سنی تھی، بلکہ یوں لکھا ہے: "ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ سے روایت کی گئی، کہا: مجھ سے ابو المختار فراس بن خندق اور چند عرب علماء نے، جن کا نام اس نے لیا، یہ بیان کیا..."[۷] اس کے ساتھ ہی وہ ہشام ابن الکلبی کی اسحاق الجصاص سے لی ہوئی دوسری روایت بیان کرتا ہے جو اس نے حماد کی کتاب سے لی ہے[۸]۔ عدی ابن زید کے اخبار سے متعلق ابن الکلبی کی ایک تالیف تھی جس کا نام "کتاب عدی بن زید العبادی" ہے[۹]۔ غالباً یہ ان مآخذ میں سے ہے جن سے الطبری نے عدی کا قصہ اور وہ امور جو عرب و ایران کے درمیان اس کے بعد پیش آئے، نقل کیے ہیں۔

ابو الفرج الاصفہانی نے معرکہ ذی قار سے متعلق جو فصل لکھی ہے اس سے ہمیں الطبری کا ماخذ پہچاننے میں مدد ملتی ہے۔ الاصفہانی نے اپنے اخبار "علی بن سلیمان الاخفش عن السکری عن محمد بن حبیب عن ابن الکلبی عن خراش ابن اسمٰعیل" یا الاثرم کی روایت کے ذریعہ ابوعبیدہ سے لیے ہیں[۱۰]۔

---

[۱] فہرست تاریخ الطبری (دی غویہ) / ۳۷۱　[۲] المروج ۱/ ۱۴۶

[۳] المروج ۱/ ۱۵۷، ۱۷۶　[۴] الفہرست / ۸۰

[۵] بروکلمان (ضمیمہ) / ۱۶۲ - انسائی کلوپیڈیا جلد اول / ۱۱۲ - گولڈزیہر / ۱۹۳

[۶] الوفیات ۲/ ۱۴۰　[۷] الطبری ۲/ ۱۴۶، ۱۵۲

[۸] الطبری ۲/ ۱۴۶　[۹] الفہرست / ۱۴۱

[۱۰] الاغانی ۲۰/ ۱۳۲ (طبع بولاق)

یا ابن الاعرابی کی کتابوں سے عن علی بن سلیمان الاخفش عن السکری عن محمد بن حبیب عن ابن الکلبی —— اور اس نے اپنے باپ سے یا اسحاق ابن الجصاص سے یا حماد الراویہ سے روایت کی ہے۔[1]

علی بن سلیمان | لیکن علی بن سلیمان جو الاخفش الاصغر کے نام سے معروف ہے تاکہ الاخفش الاکبر سے التباس نہ ہو سکے، (جو نحوی اور لغوی تھا جس کا نام عبدالحمید بن عبدالمجید ہے، یہ اہل ہجر میں سے تھا، سیبویہ اور ابوعبیدہ کے شیوخ میں شمار ہوتا ہے) اسی طرح الاخفش الاوسط ابوالحسن سعید بن مسعدہ کو کہا جاتا ہے۔ (جو ۳۱۵ھ یا ۳۱۶ھ میں بغداد میں فوت ہوا تھا یہ ۲۸۷ھ میں مصر بھی پہنچا تھا[2]) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابوالفرج الاصفہانی نے اس سے درس لیا تھا اس نے عدی بن زید کی خبر الاخفش کی کتاب ہی سے لی جس کا نام کتاب المغتالین تھا۔ اور اس کے سامنے اس کی قرارت بھی کی تھی۔[3]

السکری | رہا السکری، اس کا نام الحسن بن الحسین بن عبیداللہ بن عبدالرحمن اور کنیت ابوسعید ہے۔ یہ نحوی اور لغوی تھا۔ اس نے ۲۷۵ھ میں وفات پائی۔ متعدد کتابوں کا مولف ہے۔[4] اس نے علماء کی ایک جماعت سے اخذ روایت کیا جن میں محمد بن حبیب بھی شامل ہے[5] جو عالم لغوی، اخباری اور ماہر انساب تھا اس نے ۲۴۵ھ میں انتقال کیا۔[6] اس کی بھی متعدد تصانیف

---

[1] الاغانی ۲/ ۹۷، ۱۰۵ (مطبع دار الکتب المصریہ)

[2] ابن خلکان: الوفیات ۱/ ۴۱۸ و مابعد۔ ابن الندیم نے اس کی تین کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ الفہرست/ ۱۲۳ یوھان فک: العربیہ/ ۱۴۱ بروکلمان (ضمیمہ)/ ۱۸۹

[3] الاغانی ۲/ ۱۴۰ (طبع دار الکتب المصریہ)

[4] الفہرست/ ۱۱۷۔ یاقوت: الارشاد ۳/ ۶۳.

[5] تاریخ بغداد ۷/ ۲۹۶۔ السیوطی: البغیہ/ ۲۰۸ الآمدی: المؤتلف/ ۱۴۸، بروکلمان/ ۱۰۸۔ ضمیمہ/ ۱۶۸

[6] بروکلمان/ ۱۰۵، ضمیمہ/ ۱۶۵

ہیں۔ اس نے کبار علماء کی ایک جماعت سے روایت کی ہے جو ان علوم میں ماہرانہ واقفیت رکھتے تھے مثلاً ابن الاعرابی، قطرب، ابوعبیدہ، ابو الیقظان[۱] اور ابن الکلبی[۲]۔

ابن الاعرابی | اور ابن الاعرابی ابوعبداللہ محمد بن زیاد متوفی ۲۳۱ھ ہے اس کی مجلس میں ادب، لغت اور اشعار کے شائقین آیا کرتے تھے اور یہ بغیر کتاب کی مدد کے انھیں املا کرتا تھا۔ اس نے المفضل بن محمد الضبی سے سماعت کی تھی اور ان سے اخذ بھی کیا تھا[۳]۔

الطبری نے تو اس شخص کا نام نہیں لیا جس کی روایت سے ابوعبیدہ اور ابن الکلبی کے اخبار معرکہ ذی قار سے متعلق اخذ کیے ہیں لیکن ہم ایک طرح سے اس کے ماخذ کا کھوج لگا سکتے ہیں کہ مولف کتاب الاغانی نے عدی بن زید اور اس معرکہ کے سلسلے میں جو اخبار درج کیے ہیں ان کا موازنہ الطبری کے بیانات سے کریں۔ دونوں کی عبارتوں میں مکمل یکسانی ہے اور یہ اس کی دلیل ہے کہ دونوں کا مصدر ایک ہے۔ اگر ابو الفرج الاصفہانی نے اپنے ماخذ کا نام درج نہ کیا ہوتا تو ہم بے تکلف کہہ سکتے تھے کہ اس نے الطبری سے نقل کیا ہے۔ لیکن اس نے اپنا ماخذ بتا دیا ہے جیسا کہ ہم ابھی دیکھ چکے ہیں اور وہ الاخفش کی کتاب المغتالین ہے۔ وہ کچھ ایسی باتیں بیان کرنے میں بھی منفرد ہے جن کی طرف الطبری نے اشارہ کرنا پسند نہیں کیا۔ اس لیے یہ تو ممکن نہیں ہے کہ اس نے الطبری سے نقل کیا ہو، لازماً دونوں کا مشترک ماخذ کوئی کتاب رہی ہوگی اور وہ الطبری کے ہم عصر الاخفش کی کتاب المغتالین ہے۔ یا الاخفش کے شیخ السکری کی تالیفات میں سے کوئی کتاب ہوگی جس سے الطبری نے اخذ کیا اور اسی سے صاحب الاغانی نے السکری کے شاگرد اور اپنے استاد الاخفش کی روایت سے

---

[۱] الفہرست/ ۱۵۵ [۲] الاغانی ۲۰/ ۱۳۲۔ تاریخ بغداد ۲/ ۲۷۷۔ یاقوت: الارشاد ۶/ ۴۷۳ السیوطی: البغیہ/ ۲۹۔ اس کی کچھ تصانیف دستیاب ہوتی ہیں۔ بروکلمان/ ۱۰۵، ضمیمہ/ ۱۶۵

[۳] الفہرست/ ۱۰۲، ۱۰۳۔ تاریخ بغداد ۵/ ۲۸۲۔ یاقوت: الارشاد ۷/ ۵۔ الیافعی: مرآۃ ۲/ ۱۰۶۔ البغیہ/ ۴۲

نقل کرلیا۔

الطبری کہتا ہے: "مجھ سے بروایت ھشام بن محمد بیان کیا گیا، اس نے کہا: میں نے اسحاق بن الجصّاص سے سنا، میں نے اسے حماد کی کتاب سے اخذ کیا اور اس کا کچھ حصہ میرے والد نے بیان کیا تھا[1]..."

حمّاد الراویہ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ قصہ الطبری نے یا تو الاخفش الاصغر سے سنا یا اس کی کتاب سے نقل کیا، اور اُسی نے یہ روایت ابو الفرج الاصفہانی کو بھی سنائی۔ رہا کتاب کا مصنف حماد جس کا ذکر اوپر آیا ہے یہ حماد الراویہ ہے جیسا کہ کتاب الاغانی میں مذکور ہے۔ اس کا نام حماد بن ابی لیلی سابور ہے اور میسرۃ بن المبارک بن عبید الدیلی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایام عرب کا زبردست عالم اور جاہلی شاعری کے مشہور راویوں میں سے ہے۔ خلیفہ ھشام بن عبد الملک کے ساتھ اس کا واقعہ مشہور ہے کہ خلیفہ نے عدی بن زین العبادی کا ایک شعر پوچھنے کے لیے اسے طلب کیا تھا[2]۔ وہ اِن اُمور سے خوب باخبر تھا۔ ابن الندیم کا بیان ہے کہ حماد کی کوئی کتاب نہیں تھی بلکہ لوگوں نے اس سے زبانی روایت کیا ہے، کتابیں بعد میں تصنیف کرلی گئیں[3]۔

اور اگر یہ قول صحیح ہے، جس کا قائل ابن الکلبی ہے —— تو اخبار عدی بن زید پر حماد کی کوئی کتاب ہوگی، یا اس کے سوا کوئی تالیف ہوسکتی ہے جس سے ہشام نے اخذ کیا ہے۔ ابن الندیم کا یہ بیان حجّت کے طور پر قبول نہیں کیا جاتا کہ حماد کی کوئی تصنیف نہیں تھی بلکہ یہ بعد میں لکھ لی گئیں۔ کیونکہ یہ تو ثابت ہوچکا ہے کہ تدوینِ روایات کا کام حماد کے زمانے سے پہلے ہی شروع ہوچکا تھا۔ اور یہ آپ دیکھ ہی چکے ہیں کہ بعض اخبار سے ظاہر ہوتا

---

[1] الطبری ۲/۱۴۶

[2] ابن خلکان: الوفیات ۱/۲۰۵ و مابعد

[3] الفہرست/ ۱۳۴ و مابعد

ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان نے عبید بن شریہ کے اقوال کتابی صورت میں مرتب کرنے کا حکم دیا تھا۔

ابوجعفر احمد بن محمد النحاس سے روایت ہے کہ "حماد وہی شخص ہے جس نے "السبع الطوال" (سات طویل قصائد) جمع کیے تھے۔ اور یہ جو عام طور پر مشہور ہو گیا ہے کہ یہ خانہ کعبہ میں لٹکائے گئے تھے، اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔[۵]"

---

[۵] یاقوت: الارشاد ۴/۱۴۰۔ ابن خلکان: الوفیات ۱/۲۰۵ ومابعد

اٹھارہویں صدی عیسوی کی ہندوستانی معاشرت پر سب سے زیادہ قابل قدر کتاب "مرزا محمد حسن قتیل" کی

ہفت تماشا

جو ابھی تک اردو داں طبقہ کی نگاہوں سے اوجھل تھی۔ اب ڈاکٹر محمد عمر استاد شعبۂ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی نے اسے سلیس اور بامحاورہ اردو میں منتقل کر کے ہندوستانی تہذیب و معاشرت کے طالب علموں اور محققوں کے لیے اس انمول ذخیرۂ معلومات کا افادۂ عام کر دیا ہے۔ اٹھارہویں صدی میں شمالی ہند کی تہذیبی سرگرمیاں ہوں، یا سیاست، شعر و شاعری ہو یا مذہبی تحریکات یا سماجی رسوم ان کا مطالعہ کرنے والا کوئی ناقد اس کتاب کو نظر انداز کر کے اپنے موضوع سے انصاف نہیں کر سکتا۔

کتاب کے شروع میں جناب نثار احمد فاروقی کے قلم سے ایک مفصل مقدمہ اور جناب مالک رام کا لکھا ہوا تعارف بھی شامل ہے۔

سائز متوسط $\frac{20 \times 26}{8}$ صفحات ۲۴۱ قیمت: چھ روپے

مکتبہ برہان ۔ دہلی